ہندو مندر
اور
اورنگزیب عالمگیرؒ کے فرامین
ڈاکٹر بی، این، پانڈے
مولانا مفتی عطاء الرحمن قاسمی
مولانا آزاد اکیڈمی
نئی دہلی

نام کتاب : ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین

ترتیب : مولانا عطاء الرحمن قاسمی

قیمت : ۲۰ روپے

آئی ایس بی این : ۶۔۰۳۔۸۸۹۹۸۔۸۱

طبع اول : ۱۵ نومبر ۲۰۰۱ء

طبع ثانی : ۲۱ اگست ۲۰۰۳ء

طبع ثالث اضافہ شدہ : ۱ جنوری ۲۰۰۶ء

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : مولانا آزاد اکیڈمی، N-80/C ابوالفضل انکلیو، اوکھلا نئی دہلی۔

فون: 2632 3430

کمپوزنگ : تبریز عالم، اقراء کمپیوٹر سینٹر، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا نئی دہلی۔۲۵

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

حرفِ چند

عالمگیر اورنگ زیب اور شہید وطن ٹیپو سلطان۔ تاریخ ہند کی وہ مظلوم شخصیتیں ہیں جنہیں انگریز مورخوں اور برطانوی عہد کے ضلع گزیٹر کے مرتبوں نے بُت شکن، ہندو کُش اور ظالم و جابر بادشاہ کی حیثیت سے مشتہر اور متعارف کرایا ہے، اور سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ آزاد ہندوستان کے غلام مورخوں نے اسے بلاچوں وچرا قبول بھی کرلیا ہے۔ بقول مولانا شبلی

تمہیں لے دے کے ساری داستان میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

حقیقتِ حال یہ ہے کہ ان دونوں حکمرانوں نے اپنے قلمرو میں ہندو رعایا کے ساتھ وہ حسن سلوک کیا ہے، جس کی نظیر تاریخ ہند میں نہیں ملتی ہے۔

اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان کو متعصب و تنگ نظر کہنے والے فاضل مورخین اور یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے دورِ حکومت میں مندروں اور گوردواروں کو جتنی جاگیریں دی گئی ہیں، شاید ہی کسی اور راجہ و مہاراجہ کے دور میں دی گئی ہوں، دور جانے کی ضرورت نہیں ہے خود قلعہ معلّٰی (لال قلعہ) کے سامنے چاندنی چوک کے مشرقی کنارے پر واقع جین مندر کے پجاری کو اورنگ زیب کی طرف سے باضابطہ وظیفہ دیا جاتا تھا، اور یہ سلسلہ سلطنت مغلیہ کا آخری چراغ بہادر شاہ ظفر تک جاری رہا، اور اس مندر کی پیشانی پر فارسی کتبہ ۱۸۵۷ء کے بہت بعد تک نصب رہا ہے، جس کو دیکھنے والے آج بھی دہلی میں موجود ہیں، اورنگ زیب نے ترہت (بہار) کا بھی دورہ کیا تھا۔

چمپارن کا مشہور تاریخی مقام لوریا بھی گیا تھا جو کبھی بڈسٹوں کا مرکز تھا، کہا جاتا ہے کہ

یہاں گوتم بدھ بھی آئے تھے، آج بھی وہاں بدھوں کے آثار موجود ہیں لوریا میں واقع مہاراجہ اشوک کی لاٹ پر دکھن جانب تقریباً ڈیڑھ فٹ اوپر کلمہ طیبہ کندہ کیا گیا ہے اور اس کے بالکل برابر نیچے نہایت ہی عمدہ خط میں۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی ۱۰۷۱ء کندہ ہے۔ عالمگیر نے غالباً اسی اثنا سفر میں جنپٹیا مٹھ، ارے راج مٹھ اور اندروا مٹھ کو جاگریں دی تھیں۔ آج بھی ان مٹھوں کے نام کئی کئی ہزار بیگھے زمین ہیں اور ان کے اصلی مہنتوں کے پاس اورنگ زیب کے فرامین محفوظ ہیں، اور ان میں بعض فرامین کی نقول چمپارن کے مشہور وکیل عزیر ہاشمی صاحب کے پاس بھی ہیں۔ جو مٹھوں کی اراضی کے تنازعات کے موقع پر عدالت میں داخل کئے گئے تھے یہ ان دنوں کی بات ہے جب محترم ہاشمی صاحب مٹھ کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے۔

مشہور تاریخی ضلع مونگیر میں خانقاہ رحمانی سے کچھ فاصلے پر سیتا کنڈ ہے، جہاں گرم پانی کا چشمہ ابلتا ہے، جو ایک تفریحی مقام ہے، جس کو دیکھنے کے لئے دور دراز کے علاقوں سے لوگ آتے ہیں، مجھے بھی وہاں جانے کا اتفاق ہوا ہے، جب میں وہاں حاضر ہوا تو سیتا کنڈ کے نگراں پنڈتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ سیتا کنڈ کے لئے اورنگ زیب بادشاہ نے غالباً ۷۰ ربیگھہ زمین وقف کی ہے۔ ہمارے بڑے پنڈت کے پاس عالمگیر کا شاہی فرمان موجود ہے۔

فارسی کے مشہور ادیب برادرم پروفیسر شریف حسین قاسمی صاحب صدر شعبہ فارسی دلی یونیورسٹی نے مجھ سے بیان فرمایا کہ سال گذشتہ کسی نے ایک انگریز عورت کو (جو دراصل ایک اسکالر تھی) میرے پاس بھیج دیا، جب وہ میرے پاس آئی تو کہنے لگی کہ میں مسلم حکمرانوں کی طرف سے مندروں کو دی گئی جاگیروں کے متعلق فرامین پر کام کر رہی ہوں اس تعلق سے میں ہریانہ کے مندروں اور مٹھوں کا سروے کیا ہے، میں نے ہر قدیم مندر کے پجاری سے رابطہ قائم کیا اور ان سے استفسار کیا کہ آپ کے پاس کوئی شاہی فرمان ہو تو مجھے ازراہ کرم دکھائیں، مجھے انگریز سمجھ کر ہر مندر کا پجاری اپنے اپنے مندر کے پرانے کاغذات لاتے تھے، میں اپنے کیمرہ سے ان کا فوٹو کھینچ لیتی تھی اور اصل کاغذات انکو واپس کر دیتی تھی چلتے وقت تھوڑا بہت پیسہ بھی دے دیتی تھی، جس سے وہ خوش ہو جاتے تھے۔ میں آپ سے چاہتی ہوں کہ ان فرامین کا خلاصہ تحریر کر دیں۔ میں فارسی سے ناواقف ہوں۔

برادر موصوف نے انگریز عورت سے کہا کہ میں دو تین روز میں ان فرامین کا خلاصہ تیار کر دوں گا، آپ دو تین روز کے بعد آ کر لے جائیں۔

پروفیسر شریف حسین قاسمی صاحب نے ان فرامین کا فوٹو فرصت کے اوقات میں دیکھنا شروع کیا تو ان میں کچھ فرامین ہندی میں تھے اور کچھ سنسکرت میں تھے اور زیادہ تر فارسی میں تھے، ان فارسی فرامین کا خلاصہ لکھنے کے بعد ان کو شمار کیا تو ۳۰۰ سو فارسی فرامین تھے، یہ صرف ہریانہ کے مندروں کو مسلم سلاطین وامراء کی طرف سے دیئے گئے تھے جو عطیات و جاگیروں سے متعلق تھے حسب وعدہ دو تین روز کے بعد جب وہ انگریز عورت آئی تو پروفیسر مذکور نے تمام فرامین کا خلاصہ، جو تیار کر رکھا تھا، پیش کر دیا، جس سے وہ بہت متاثر ہوئی اور بطور معاوضہ کچھ دینا چاہی تو پروفیسر شریف حسین قاسمی صاحب نے اپنی خاندانی وطبعی شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا کہ میں غیر ممالک کے لوگوں سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا ہوں۔ جس سے وہ کافی متاثر ہوئی۔

مسئلہ یہ ہے کہ جب ہریانہ سے تین سو اصلی فرامین بر آمد ہو سکتے ہیں، جو ایک چھوٹا سا صوبہ ہے تو پورے ہندوستان میں کتنے فرامین ہوں گے؟ اس کی صحیح تعداد کا اندازہ ہندوستان کے تمام مندروں اور گوردواروں کا سروے کرنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے! مگر سوال یہ ہے کہ یہ مشکل وکٹھن کام کون سر انجام دے گا اور وہ بھی ایسے دور میں جب کہ تعصب و تنگ نظری کا ماحول اپنے جوبن پر ہے۔

مشہور مجاہد آزادی اور گاندھیائی لیڈر ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے سابق گورنر اڑیسہ نے ڈاکٹر تیج بہادر سپرو کے ایما پر عالمگیر اورنگ زیب کی طرف سے ہندو مندروں کو دیئے گئے فرامین ودستاویزات (برائے جاگیر وعطیات) پر کام کیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ ملک کے مختلف مندروں سے عالمگیری فرامین حاصل کئے۔ اور ان کو برادران وطن کے سامنے پیش کیا، جن کی روشنی میں اورنگ زیب کا ایک نیا چہرہ ملک کے سامنے آیا۔

ڈاکٹر بی، این، پانڈے نے ۲۹ر جنوری ۱۹۷۷ء کو ہندوستانی پارلیمنٹ میں انگریز مورخوں کی فتنہ پردازیوں وشر انگیزیوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے اورنگ زیب کو بت شکن اور ہندو کش ہونے کے بجائے مندروں اور گوردواروں کو جاگریں اور عطیات دینے والا بادشاہ کے روپ میں پیش کیا تو تمام ارکان پارلیمنٹ پر سکتہ طاری ہو گیا، اور کسی کے اندر ان کی

مخالفت کی ہمت نہ ہو سکی تھی۔

ڈاکٹر بی، این پانڈے نے عالمگیر کی طرح شہید وطن ٹیپو سلطان پر بھی معرکۃ الآراء کام کیا، اور اس شہید وطن پر انگریزوں کی طرف سے عائد کئے گئے الزامات واتہامات کا مدلل جواب دیا، بڑے افسوس وصدمہ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک طویل عرصہ سے منصوبہ بند طریقہ سے اسلامیان ہند کی روشن وتابناک تاریخ کو مسخ کرنے کی مذموم سازش کی جاتی رہی ہے اور کیسے کیسے فاضل مورخ اور پروفیسر حضرات محض سنی سنائی باتوں کو نقل کر کے نئی نسل کا ذہن ودماغ کو مسموم کرتے رہے ہیں اور ہندو مسلم اتحاد ویکجہتی کی فضا کو خراب کرتے رہے ہیں۔ جس کی تفصیل خود پانڈے جی کی زبانی سنیئے:

"اسی طرح ٹیپو سلطان کے متعلق بھی نئی روشنی ملی ۱۹۲۸ء میں میں ٹیپو سلطان کے سلسلے میں الہ آباد میں کچھ تاریخی چھان بین کر رہا تھا۔ ایک دن دوپہر کو اینگلو بنگالی کالج کے کچھ طلباء آئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ میں ان کے ہسٹری ایسوسی ایشن کا افتتاح کر دوں۔ چونکہ وہ کالج سے سیدھے آئے تھے تو ان کے ساتھ اُن کی کتابیں بھی تھیں۔ میں ان کتابوں میں سے ہندوستان کی تاریخ کے ورق الٹنے لگا۔ جب میں ٹیپو سلطان کے سبق پر پہنچا تو دیکھا اس میں درج تھا۔ "تین ہزار برہمنوں نے اس لئے خودکشی کر لی کہ ٹیپو سلطان انہیں زبردستی مسلمان بنانا چاہتا تھا۔" میں نے مورخ کا نام دیکھا تو لکھا تھا مہامہوپادھیائے ڈاکٹر ہر پر ساد شاستری، کلکتہ یونیورسٹی کے سنسکرت ڈپارٹمنٹ کے صدر۔

دوسرے دن ہی میں نے انہیں خط لکھا اور ان سے التجا کی کہ مہربانی فرما کر مجھے یہ اطلاع دیں کہ یہ واقعہ انہوں نے کہاں سے لیا۔ چار بار یاد دہانی کے بعد انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ یہ واقعہ انہوں نے میسور گزیٹیر سے لیا ہے۔

میسور گزیٹیر کی کوئی جلد نہ الہ آباد میں ملی نہ کلکتہ میں۔ میں نے ڈاکٹر (تیج بہادر) سپرو کے مشورے سے اس کے متعلق میسور کے دیوان سر مرزا اسمٰعیل کو خط لکھا۔ سر مرزا اسمٰعیل نے میرا خط یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر برجیندر ناتھ سیل کے پاس بھیج دیا۔ سیل صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ میرا وہ خط انہوں نے پروفیسر سری کانتیہ کے پاس بھیجا ہے جو اس وقت میسور گزیٹیر کو ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ایک ہفتے کے بعد پروفیسر سری کانتیہ نے مجھے اطلاع دی کہ میسور گزیٹیر

میں یہ واقعہ کہیں نہیں ہے۔ تاریخ کی وہ کتاب اتر پردیش، بہار، اڑیسہ، بنگال اور آسام کے ہائی اسکول کی ٹکسٹ بک تھی۔ لاکھوں معصوم لڑکے ہر سال اس کتاب کو پڑھتے ہیں، اس واقعہ کا ان کے دل پر کیا اثر ہوتا ہوگا؟۔

میں نے پروفیسر سری کانتیہ کو لکھا کہ وہ مہربانی فرماکر مجھے اطلاع فرمائیں کہ ٹیپو سلطان میں کیا تعصب تھا؟ مجھے پھر اطلاع دی گئی کہ ٹیپو سلطان کا سپہ سالار کرشنا راو برہمن تھا، اور اس کا وزیر اعظم پورنیہ بھی برہمن، پروفیسر کانتیہ نے ۱۵۶ مندروں کی فہرست بھیجی جنہیں ٹیپو سلطان ہر سال تحفے اور چڑھاوا بھیجا کرتا تھا۔ خود ٹیپو سلطان کے قلعے کے اندر سری رنگناتھ کا مندر تھا۔ [1] مجھے سرینگری مٹھ کے جگت گرو شنکر آچاریہ کے ٹیپو سلطان کے نام لکھے ہوئے ایک درجن کنٹر زبان کے خطوط کی فوٹو کاپی بھیجی گئی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آچاریہ اور ٹیپو سلطان میں بے حد محبت تھی۔ اپنے زمانے کے ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں میں ٹیپو سلطان اور اس کے والد ہی ایسے شخص تھے جنہوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ ٹیپو سلطان کے ساتھ انگریزوں کی کئی بار جنگ ہوئی اور آخر میں ایک بہادر وطن پرست کی طرح لڑتے ہوئے اس نے شہادت حاصل کی۔ نامعلوم لاشوں کے ڈھیر سے جب اسے کھوج کر نکالا گیا تو انگریز جنرل نے دیکھا کہ اس نے تلوار کی مٹھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا!

میں نے یہ تمام خط و کتابت کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو بھیجی اور ان سے درخواست کی کہ اگر وہ اس خط و کتابت سے مطمئن ہیں کہ شاستری کی کتاب میں دیا ہوا واقعہ غلط ہے تو اس پر کارروائی کریں، ورنہ یہ خط و کتابت مجھے واپس کردیں۔ بہت جلد نہ صرف وائس چانسلر کا جواب

[1] ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا چودھواں اجلاس میں شرکت کے لئے بنگلور گیا تو مخلص بھائی حافظ عطاء الرحمٰن صاحب کے اصرار پر برادرم خلیل الرحمٰن صاحب کے ہمراہ میسور بھی گیا۔ ڈاکٹر ناصر احمد صاحب کے گھر پر قیام رہا، میسور کے جملہ آثار کو دیکھا۔ ٹیپو سلطان کے قلعہ میں جہاں ایک تاریخی مسجد ہے، وہاں ایک قدیم مندر بھی ہے، اگر ٹیپو سلطان بت شکن اور متعصب ہوتا تو اس کے قلعہ میں سری رنگناتھ کا عظیم الشان مندر کیسے باقی رہ جاتا، مجھے اندرون قلعہ اس مندر کو دیکھ کر ٹیپو سلطان کی مظلومیت پر بڑا ترس آیا۔ اور خیال آیا کہ آج کل مسلمانوں اور مسلم سلاطین و امراء کی کردارکشی کس سطح پر کی جارہی ہے۔ (قاسمی)

آیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کا حکم نامہ بھی آیا کہ شاستری کی تاریخ کی کتاب ہائی اسکول سے خارج کی جاتی ہے۔ [1]

اس سلسلہ میں تھوڑی وضاحت ضروری ہے کہ ۱۴/ فروری ۱۹۹۲ء کو میری کتاب الواح الصنادید حصہ دوم کی رونمائی ڈاکٹر بی، این پانڈے جی نے کی تھی، کتاب کی رونمائی کے بعد ڈاکٹر بی، این پانڈے نے تاریخ ہند میں تحریف و ترمیم کے موضوع پر ایک کلیدی خطبہ دیا، جس میں یہ دلچسپ واقعہ بیان فرمایا (جس سے پروفیسر ہرپرساد شاستری کی شرانگیزی و فتنہ گری کے معیارِ تحقیق کا اندازہ ہوتا ہے) کہ میرے پاس جب پروفیسر کانتیہ کا خط آیا کہ میں ۲۵/ سال سے میسور گزیٹیر کو مرتب کررہا ہوں، اس میں مذکورہ بالا واقعہ موجود نہیں ہے تو میں نے مہامہوپادھیائے ڈاکٹر ہرپرساد شاستری صدر شعبہ سنسکرت کلکتہ یونیورسٹی کو خط لکھا کہ آپ نے اپنی کتاب میں ٹیپو سلطان کے متعلق میسور گزیٹیر سے جو واقعہ نقل کیا ہے وہ واقعہ میسور گزیٹیر میں موجود نہیں ہے، تو ایک عرصہ کے بعد پروفیسر شاستری کا جواب آیا کہ میرا خیال تھا کہ میسور گزیٹیر میں یہ واقعہ موجود ہے اور اگر میسور گزیٹیر میں موجود نہیں ہے تو مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے یہ واقعہ کہاں سے نقل کیا کردیا ہے؟

اس تقریب میں ڈاکٹر پانڈے نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے پروفیسر کانتیہ کو لکھا کہ ٹیپو سلطان کے تعصب و تنگ نظری کے تعلق سے کوئی واقعہ میسور گزیٹیر میں ہو تو ضرور مطلع کیا جائے۔ پروفیسر کانتیہ کا خط آیا کہ ٹیپو سلطان بڑا منصف، عادل اور سیکولر بادشاہ تھا اس کے دور میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا ہے کہ جس سے اسکو متعصب، تنگ نظر قرار دیا جاسکے، صرف ایک واقعہ گزیٹیر میں مذکور ہے جس سے متعصب و تنگ نظر کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ میسور کے ایک علاقہ کورگ میں چھوٹی ذاتی کے ہندو آباد تھے، اونچی ذاتی کے ہندوؤں کے مظالم و شدائد سے تنگ آکر عیسائی مذہب قبول کرنے جارہے تھے، جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہاں کے لوگوں کو دربار میں طلب فرمایا، اور کہا کہ میں کیا سن رہا ہوں کہ تم لوگ عیسائی مذہب اختیار کرنے جارہے ہوں، ان لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ حضور بادشاہ سلامت ہم عیسائی مذہب اختیار کرنے جارہے ہیں، آپ کو صحیح اطلاع ملی ہے۔

[1] ہندوستان میں قومی یکجہتی کی روایات ص ۱۹

ٹیپو سلطان نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم لوگوں کو اپنے آبائی دھرم (ہندو مذہب) پر قائم رہنا چاہئے، نئے مذہب کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ، اس پر غور و فکر کرو پھر مجھے اطلاع کرو۔

چند روز کے بعد پھر یہ لوگ آئے اور بادشاہ نے کہا کہ حضور ہم نے عیسائی مذہب کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، ہمیں اس کی اجازت دے دی جائے! بادشاہ نے پھر سمجھایا کہ دیکھو تم لوگوں کو اپنے آبا واجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑنا چاہئے اور اپنے قدیم مذہب پر قائم رہنا چاہئے اور اگر تم لوگوں نے تبدیلی مذہب کا فیصلہ ہی کرلیا ہے تو سات سمندر پار کا مذہب اختیار کرنے کے بجائے اپنے بادشاہ کے مذہب کو اختیار کرنا چاہئے، چنانچہ انہوں نے اپنے بادشاہ کا مذہب اختیار کرلیا۔ بس یہی ایک واقعہ ہے، وہ بھی اس پس منظر میں! اس کے علاوہ کوئی اور واقعہ نہیں ملتا ہے جس سے اس کو متعصب قرار دیا جاسکے۔

ڈاکٹر بی این پانڈے زندگی بھر اورنگ زیب عالمگیر اور شہید وطن ٹیپو سلطان کی مدافعت کرتے رہے، اور ان کے خلاف زبان درازی کرنے والوں اور لکھنے والوں کو مدلل جواب دیتے رہے، آخر عمر میں باوجود پیرانہ سالی وضعیف العمری کے جب کبھی کسی سیاسی، سماجی، اور ثقافتی جلسہ میں شریک ہوتے تو اورنگ زیب اور ٹیپو سلطان کی طرف سے مندروں اور مٹھوں کو دیئے گئے وظائف اور جاگیروں کا ذکر ضرور کرتے تھے اور ان مسلم سلاطین کا نام بڑی عظمت کے ساتھ لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان سے ایک طبقہ خفا رہتا تھا۔ دراصل ان پر پنڈت سندر لال کا رنگ تھا، وہ بھی جب سلاطین ہند کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔

ڈاکٹر بی این پانڈے جی کا ایک پرمغز مقالہ ''ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین'' کے عنوان سے مختلف اخبارات میں شائع ہوا تھا، اب اس تاریخی مقالہ کی افادیت و اہمیت کی بناپر ''مولانا آزاد اکیڈمی نئی دہلی'' کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے، امید ہے کہ قارئین کی دلچسپی کا سبب ہوگا۔ اور بہت ساری غلط فہمیوں و بدگمانیوں کے ازالے کا باعث ہوگا۔

الحمدللہ مولانا آزاد اکیڈمی کے زیر اہتمام عالمگیر اورنگ زیب کے مزید فرامین ووصایا پر تحقیق و تعلیق کا کام جاری ہے۔ حال ہی میں جولینا گرجا گھر، مسیح گڑھ، نئی دہلی کے متعلق عالمگیر اورنگ زیب کے ایک شاہی فرمان کا سراغ لگا ہے۔ جو نئی دہلی کے گول ڈاکخانہ چرچ میں آویزاں ہے۔ عالمگیر اورنگ زیب کی خادمہ مس جولیا تھی، جو عیسائی مذہب تھی جب یہ بالغ ہوئی اور اس کی شادی کا وقت قریب ہوا تو بادشاہ سے اس کی شادی کی اجازت طلب کی گئی بادشاہ نے بعد ملاحظہ احوال اس کی شادی کی اجازت مرحمت کی۔ اور اس کے مصارف شادی اور اس کے عقیدہ و مذہب کے تحفظ کے لئے گرجا گھر کی تعمیر اور آئندہ اخراجات کے لئے عالمگیر کی طرف سے وہ شاہی فرمان جاری کیا گیا تھا۔

آخر میں عالمگیر اورنگ زیبؒ کے وصیت نامہ کا فارسی متن اور اس کا ترجمہ شائع کیا جارہا ہے یہ وصیت نامہ رام پور رضا لائبریری جنرل ۷۔۶ میں شائع ہوا ہے۔ اس وصیت نامہ سے عالمگیرؒ کی زاہدانہ وفقیرانہ زندگی اور ان کی سیاسی بصیرت اور مردم شناسی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ یہ وصیت اتنا دردناک ہے کہ شاید ہی کوئی ایسی آنکھ ہوگی جو اس وصیت نامہ کو پڑھنے کے بعد نہ اشکبار ہو۔

میرے بعض کرم فرماؤں، خاص طور پر حضرت مولانا شمس الحق اعظمی صاحب (جو موجودہ دور میں بزرگان سلف کی یادگار، صاحب فکر ونظر عالم دین اور صاحب زہد و تقویٰ بزرگ ہیں، ان کا شمار ان گنے چنے علماء، ائمہ اور دعاۃ میں ہوتا ہے جن کے اندر کتابوں کو پڑھنے پڑھانے اور پھیلانے کا جذبۂ صادق ہے۔) ان کی نہ صرف خواہش تھی بلکہ ان کا شدید اصرار تھا کہ ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین'' کو اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں شائع کیا جائے تا کہ عالمگیر اورنگ زیب سے متعلق انگریزوں اور ہندوستانی متعصب مورخوں کی پھیلائی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔ جو ہندوستان کے تناظر میں امت کی بڑی خدمت ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق اعظمی صاحب کی رائے سے مجھے صد فیصد اتفاق ہے کیونکہ میرے پاس بھی ملک کے متعدد حلقوں بالخصوص غیر مسلموں کے خطوط بھاری تعداد میں آئے ہیں جنہوں نے اس مختصر کتابچہ کو پڑھ کر اورنگ زیب عالمگیر اور اسلام کے متعلق اپنی آبائی وسماعی غلط فہمیوں و بدگمانیوں کو دور کیا اور عالمگیر کو ایک سیکولر اور سالمیت کا علمبردار بادشاہ اور اسلام کو مذہب امن کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر پانڈے کے اس مقالے میں مندروں کو دی گئی جاگیروں سے متعلق فرامین کا ذکر ضرور ہے، لیکن ان میں فرامین کے متون شائع نہیں کئے گئے ہیں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اورنگ زیب کے فرامین کے کچھ متون بھی شائع کردیئے جائیں تا کہ قارئین کو صحیح رائے قائم کرنے میں سہولت ہوجائے۔ اورنگ زیب کے جملہ فرامین کو جمع و ترتیب دینے کا کام بھی اکیڈمی کے پیش نظر ہے۔ مولانا آزاد اکیڈمی کے علمی و تحقیقی منصوبوں میں ایک اہم منصوبہ یہ ہے کہ امت کے نونہالوں کے لئے چھوٹے چھوٹے رسائل و کتابچے شائع کئے جائیں، جو عام فہم اور عصری اسلوب میں ہوں، تا کہ بچوں کی ذہن سازی کی جاسکے، اسی طویل المیعاد منصوبہ کے تحت یہ مقالہ شائع کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی یہ مفید سلسلہ جاری رہے گا۔ واللہ المستعان۔

عطاء الرحمن قاسمی
جنرل سکریٹری
مولانا آزاد اکیڈمی
N-80/C ابوالفضل انکلیو اوکھلا، نئی دہلی

ہندو مندر اور اورنگ زیب کے فرامین

۱۹۴۸۔ ۱۹۵۳ء کے دوران جب میں الہ آباد میونسپلٹی کا چیئرمین تھا تو ترمیم (یعنی داخل خارج) کا ایک کیس میرے زیر غور آیا۔ یہ تنازعہ ایک جائیداد کے بارے میں تھا جو سومیشورناتھ مہادیو مندر کو وقف کی گئی تھی۔ مندر کے مہنت کے مرنے کے بعد اس جائیداد کے دو فریق دعویدار ہوئے۔ مدعیان میں سے ایک نے کچھ ایسے دستاویزات پیش کئے جو اس کے خاندان کے قبضے میں تھے۔ اور جو ان فرامین پر مشتمل تھے جنہیں اورنگ زیب نے جاری کیا تھا۔ میں شش و پنج میں پڑگیا۔ قیاس یہ تھا کہ یہ فرامین گڑھے ہوئے ہیں۔ مجھے تعجب اس بات پر بھی تھا کہ اورنگ زیب جو مندروں کے انہدام کے بارے میں خاص شہرت رکھتا تھا وہ مندروں کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اس طرح کے احکام کیسے جاری کر سکتا تھا۔

"جاگیر، پوجا اور دیو تاؤں کے بھوگ کے لئے عطا کی جارہی ہے" مجھے یہ سوال پریشان کئے ہوئے تھا کہ ... اورنگ زیب اپنی شناخت بت پرستی کے ساتھ کس طرح کروا سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ دستاویزات اصل نہیں ہیں۔ لیکن کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے میں نے بہتر سمجھا کہ ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو صاحب سے مشورہ لوں جو فارسی اور عربی کے بڑے عالم تھے۔ میں نے کاغذات ان کے سامنے رکھ کر مشورے کی درخواست کی۔ دستاویزات کے مطالعے کے بعد ڈاکٹر سپرو صاحب نے کہا کہ اورنگ زیب کے یہ فرامین بالکل اصل ہیں۔ پھر انہوں نے اپنے منشی سے وارانسی کے جنگمبری شیوا مندر کے کیس کی فائل منگوائی جس کی کئی اپیلیں الہ آباد ہائیکورٹ میں گذشتہ ۱۵ر سال سے زیر سماعت تھیں۔ جنگمبری شیوا مندر کے پاس مندر کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اورنگ زیب کے کئی دوسرے فرامین بھی تھے۔

اورنگ زیب کی یہ نئی شبیہ جب میرے سامنے آئی تو میں بہت متعجب ہوا۔

ڈاکٹر سپرو صاحب کے ایما پر میں نے کئی اہم منادر کے مہنتوں کو خطوط لکھے کہ اگر ان کے پاس ان کے مندروں کو جاگیر عطا کرنے کے سلسلے میں اورنگ زیب کے کوئی فرامین ہوں تو مجھے ان کی فوٹو کاپی ارسال کی جائے۔ مجھ پر اس وقت حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جب مجھے بڑے مندروں جیسے مہاکالیشور مندر (اجین) بالاجی مندر (چترکوٹ) امانند مندر (گوہاٹی) جین مندر (شترنجیا) اور دوسرے کئی منادر اور گوردوارے سے جو شمالی ہند میں بکھرے ہوئے ہیں، کی طرف سے اورنگ زیب کے فرامین کی نقول موصول ہوئیں۔ یہ فرامین ... ۱۰۶۵ھ ۱۰۹۱ھ (۱۶۵۹۔۱۶۹۵ء) کے درمیان جاری کئے گئے تھے۔

مندرجہ بالا مثالوں سے ہندو اور ان کے مندروں کے تئیں جہاں اورنگ زیب کی سخاوت ظاہر ہوتی ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ مورخین نے اس کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا وہ محض تعصب کی بناء پر تھا اور وہ تصویر کا صرف ایک رخ تھا۔ ہندوستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جہاں ہزارہا مندر جابجا بکھرے ہوئے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر مناسب تحقیقات کی جائیں تو اور بھی ایسی مثالیں سامنے آئیں گی جو اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ غیر مسلموں کے تئیں اورنگ زیب کا طرز عمل مخیرانہ تھا۔

اورنگ زیب کے فرامین کی تحقیقات کے دوران میرا سابقہ جناب گیان چندر اور ڈاکٹر پی ایل گپتا سے بھی پڑا جو پٹنہ میوزیم کے سابق منتظم تھے۔ اور جو اورنگ زیب پر قابل قدر تاریخی اہمیت کی حامل تحقیق کر رہے تھے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حق کے متلاشی کچھ ایسے محقق بھی ہیں جو اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اورنگ زیب کی اس "بدنام" اور متہم شبیہ کی صفائی کی جائے جسے متعصب مورخین نے ہندوستان میں مسلم دور حکومت کی علامت قرار دیا ہے اور جس کی عکاسی ایک شاعر نے نہایت ہی دکھ بھرے انداز میں کی ہے ؎

تمہیں لے دے کے ساری داستان میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

اورنگ زیب پر ہندو مخالف حکمراں ہونے کی الزام تراشی کرتے ہوئے اس کے اس فرمان کو بہت اچھالا گیا ہے جو "بنارس فرمان" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فرمان بنارس

کے ایک برہمن کنبہ سے متعلق تھا جو محلہ گوری میں رہائش پذیر تھا۔ ۱۹۰۵ء میں گوپی اپادھیائے کے نواسے منگل پانڈے نے اس فرمان کو سٹی مسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا تھا یہ فرمان پہلی بار ۱۹۱۱ء میں "جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال" میں شائع ہوا جس سے اسکالرس (علماء وفضلا) کی توجہ اس جانب منعطف ہوئی اور تبھی سے مؤرخین بکثرت اپنی تحریروں میں اس کا حوالہ دیتے چلے آرہے ہیں۔ . . . اس بات کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہ فرمان کی اصل غرض وغایت اور اہمیت کیا تھی انہوں نے اورنگ زیب پر یہ الزام تراشی بھی کی ہے کہ انہوں نے ہندو مندروں کی تعمیرات پر پابندی عاید کردی تھی۔

یہ فرمان اورنگ زیب نے ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۰۶۵ھ (۱۰ر مارچ ۱۶۵۹ء) کو بنارس کے مقامی عہدیدار کے نام جاری کیا تھا جو ایک شکایت نامے کے سلسلے میں تھا جسے ایک برہمن نے داخل کیا تھا جو کسی مقامی مندر کا نگراں تھا اور جسے کچھ لوگ ستا رہے تھے۔ فرمان اس طرح سے ہے۔

ابوالحسن (جو شاہی فیض کے لائق اور قابل اعتماد ہے) کہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہماری فطری رحم دلی اور طبعی کرم کا تقاضا ہے کہ ہماری مکمل انتھک قوت اور نیک ارادے عوام وخواص امیر وغریب کی فلاح و بہبود پر صَرف ہوں، ہمارے موقر قانون کے تحت ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ قدیم مندروں کو منہدم نہ کیا جائے لیکن نئے مندروں کی تعمیر کی اجازت بھی نہ دی جائے [1] ہمارے عدل کے دوران ہمارے قابل اکرام واحترام دربار میں یہ اطلاع پہنچی ہے کہ کچھ لوگ بنارس اور اطراف کے ہندو باشندگان اور قدیم مندروں کے برہمن نگرانوں کے معاملات میں دخیل ہوکر انہیں ستا رہے ہیں۔ نیز وہ لوگ ان برہمنوں کو ان کے عہدوں سے بے دخل بھی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح کی دھمکیاں اس قوم (ہندو قوم) کے لئے باعثِ اذیت ہیں۔ لہٰذا ہمارا حکم شاہی یہ ہے کہ اس

[1] یہ قانون شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں جاری ہوا تھا، صورت حال یہ پیش آئی تھی کہ ایک مقام پر دو قدیم مندر تھے، اسی مقام پر بعض لوگوں نے تیسرا مندر بھی تعمیر کرنا شروع کردیا، جس سے وہاں کے ہندوؤں میں باہمی اختلاف ہوا، جب اس کا علم بادشاہ کو ہوا تو بادشاہ نے دفع نزاع کی خاطر حکومت کی اجازت کے بغیر نئے مندر کی تعمیر پر پابندی کردی، وہی حکم اورنگ زیب کے عہد تک جاری رہا، فرمان بنارس میں اس سابق حکم کا اعادہ ہے نہ کہ کوئی نیا حکم۔ (قاسمی)

واضح حکم کے موصول ہوتے ہی فوری طور سے احکام صادر کیا جائے کہ مستقبل میں ان علاقوں کے رہنے والے برہمنوں اور ہندو باشندگان کے معاملات میں غیر قانونی طور سے مداخلت نہ کیجائے اور نہ ان میں اضطراب پیدا کیا جائے تاکہ وہ حسب سابق اپنے عہدوں پر بحال رہ کر بشاشت قلب سے اپنی عبادات کرسکیں اور ہماری مملکت خداداد ہمیشہ ہمیش کے لئے برقرار رہے۔ اس حکمنامے کو "فوری تعمیل طلب" تصور کیا جائے۔

یہ فرمان واضح طور سے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اورنگ زیب نے نئے مندروں کی تعمیر کے خلاف کوئی نیا حکمنامہ نہیں جاری کیا تھا بلکہ اس نے صرف مروجہ دستور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے موجودہ مندروں کی موجودگی کی توثیق کی تھی اور ساتھ ہی ساتھ مندروں کے انہدام کے خلاف غیر مبہم اور واضح احکامات صادر کئے تھے۔ فرمان اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ وہ دل سے چاہتا تھا کہ اس کی ہندو رعایا سکھ چین سے زندگی بسر کرے۔

اس طرح کا یہ واحد فرمان نہیں تھا۔ بنارس میں ایک اور فرمان بھی پایا جاتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ اورنگ زیب کی دلی خواہش تھی کہ ہندو سکون قلب سے زندگی بسر کریں۔ فرمان کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

مہاراجہ دھیرج راجا رام سنگھ نے ہمارے قابل اکرام اور رفیع الشان دربار میں ایک عرضداشت داخل کی ہے بنارس میں گنگا کے کنارے محلہ مادھو رام میں اس کے والد نے ایک مکان بھگوت گوسائیں (جو اس کا مذہبی معلم تھا) کی رہائش کے لئے تعمیر کیا تھا۔ چونکہ کچھ لوگ گوسائیں کو تنگ کرتے ہیں لہٰذا ہمارا حکم شاہی یہ ہے کہ اس واضح حکم کے موصول ہوتے ہی موجودہ اور مستقبل کے تمام عہدیداران یہ حکم صادر کریں کہ مستقبل میں کوئی بھی شخص گوسائیں کے کسی معاملے میں نہ دخیل ہو اور نہ اسے کسی طرح پریشان کیا جائے تاکہ وہ بطیبِ خاطر اپنی عبادات کی ادائیگی کرسکے اور ہماری مملکت خداداد ہمیشہ ہمیش کے لئے قائم رہے۔ اس حکم کو "فوری تعمیل طلب" معاملہ تصور کیا جائے۔"

کچھ دوسرے فرامین جو جنگمبری مٹھ کے مہنت کے قبضے میں ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ اس کی رعایا کے حقوق میں

مداخلت کی جائے (خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلم) وہ مجرموں سے سختی سے پیش آتا تھا۔ ان فرامین میں سے ایک اس شکایت نامے سے متعلق تھا جو اورنگ زیب کے دربار میں جنگم جماعت نے (جنگم فرقے کو ماننے والا سائی طبقہ) بنارس کے ایک مسلم باشندے بنام نذیر بیگ کے خلاف دائر کیا تھا۔ اس معاملے میں حسبِ ذیل فرمان جاری کیا گیا۔

"محمد آباد، جو بنارس (صوبہ الہٰ آباد) کے نام سے جانا جاتا ہے، کہ علمبرداروں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حال میں ارجن مل اور جنگم جو پرگنہ بنارس کے مکین ہیں، دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ نذیر بیگ نے جو بنارس کا باشندہ ہے، ان کی ان پانچ حویلیوں پر بزور قبضہ کر لیا ہے جو قصبہ بنارس میں واقع ہیں اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اگر ان کا دعویٰ سچا ہو اور (مذکورہ حویلیوں پر) ان کے مالکانہ حقوق ثابت ہو جائیں تو نذیر بیگ کی ان حویلیوں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ تاکہ جنگم جماعت مستقبل میں ہمارے دربار میں شکایت کنندگان کی حیثیت سے نہ پیش ہو۔

(فرمان مورخہ ۱۶۷۲ء)

ایک دوسرا فرمان جو اسی مٹھ کے قبضہ میں ہے یکم ربیع الاول ۱۰۷۸ھ کو جاری کیا گیا تھا یہ اس قطعہ زمین سے متعلق ہے جو جنگم جماعت کو عطا کیا گیا تھا اور اس فرمان کے روسے انہیں دوبارہ لوٹایا گیا ہے فرمان حسب ذیل ہے۔

"پرگنہ حویلی (صوبہ الہٰ آباد) کے تمام موجودہ اور مستقبل کے جاگیرداروں اور کروڑیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بحکم شاہی، جنگم جماعت کو ۱۷۸ بیگھ قطعہ زمین ان کی کفالت کیلئے عطا کیا جاتا ہے اس کے قبل پرانے حاکم اس امر کی تحقیق کر چکے ہیں اس موقعہ پر بھی انہوں نے وہ ثبوت پیش کئے ہیں جن پر مذکورہ پرگنہ کے ملک کی مہر ثبت ہے۔ اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حسبِ سابق یہ قطعہ زمین نہ صرف یہ کہ ان کے قبضے میں ہے بلکہ اس پر ان کا حق بھی واضح طور سے ثابت ہوتا ہے لہذا بحکم شاہی یہ قطعہ زمین نہیں راس شاہی کے صدقے (نثار) کے بطور عنایت کیا جاتا ہے۔ مذکورہ قطعہ زمین فصل خریف کے آغاز سے حسب سابق کی طرح انہیں لوٹا دیا جائے اور ان سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے تاکہ یہ جنگم جماعت ہر فصل کی آمدنی کو اپنی کفالت کے لئے استعمال میں

لائے اور برباد نہ ہو۔"

اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کا عدل نہ صرف یہ کہ خلقی تھا بلکہ "نثار" تقسیم کرنے میں وہ ہندو مساکین میں بھی امتیاز نہیں کرتا تھا۔ عین ممکنات میں سے ہے کہ مذکورہ ۱۷۸ بیگھ قطعہ زمین اورنگ زیب نے بہ نفس نفیس جنگم فرقے کو بطور عطیہ دی ہو، کیونکہ اسی قطعہ زمین سے متعلق حسبِ ذیل فرمان بھی ہے جو ۵ ر رمضان المبارک ۱۰۷۱ھ میں جاری کیا گیا تھا۔

"پرگنہ حویلی بنارس (جو صوبہ الہٰ آباد کے تحت ہے) کہ موجودہ اور مستقبل کے تمام عہدیداروں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بحکم شاہی پرگنہ بنارس کا ۱۷۸ بیگھ قطعہ زمین جنگم جماعت کو ان کی گذر بسر کے لئے عطا کیا گیا ہے حال ہی میں وہ لوگ دوبارہ دربار شاہی میں حاضر ہوئے تھے ان کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں اور یہ کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کے تصرف میں مذکورہ قطعہ زمین ہے لہذا درج ذیل تفصیل کے تحت مذکورہ زمین کو "مفتی زمین" تصور کیا جائے تاکہ یہ لوگ اسے استعمال کر سکیں اور شہنشاہ کی حکومت کی بقاء کے لئے دعاء کریں۔"

ایک دوسرے فرمان جاری شدہ ۱۰۸۵ء کی رو سے جو درج ذیل ہے۔ اورنگ زیب نے بنارس شہر کے ایک ہندو معلم کو بھی زمین عطا کی تھی۔

"اس مبارک موقع پر ایک موقر فرمان جاری کیا گیا تھا جو دو قطعات زمین سے متعلق تھا جن کی پیمائش ۵۸۸ روپیا ہے یہ قطعات زمین بنارس میں گنگا کے کنارے بینی مادھو گھاٹ پر واقع ہیں۔ ان میں سے ایک قطعہ رام جیون گوسائیں کے مکان کے روبرو اور مرکزی مسجد کے پچھواڑے اور دوسرا کچھ اوپر واقع ہے۔ یہ قطعے جو خالی ہیں اور جن پر کوئی تعمیر نہیں کی گئی ہے بیت المال کے تصرف میں ہیں۔ لہذا ہم نے اس قطعات کو رام جیون گوسائیں اور اس کے فرزند کو بطور انعام عطا کئے ہیں تاکہ وہ ان قطعات زمین پر مقدس برہمنوں اور فقیروں کے لئے رہائشی مکان بنوائیں اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہوئے ہماری مملکت خداداد کے لئے دعا کریں، جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رہیں۔ لہذا ہمارے عالی مرتبت شہزادگان، وقیع وزراء شریف امراء عالی عہدیداران، ڈوگرے اور موجودہ اور مستقبل کے کوتوالوں کو واجب ہے کہ وہ اس موقر حکم نامے کے مستقل اور مستمر نفاذ کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

تاکہ مذکورہ قطعات مذکورہ بالا لوگوں کے تصرف میں رہیں اور ان کی اولاد کو تمام بقایاجات اور محاصل سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ نیز ان سے ہر سال نئی سند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔"

گوہاٹی کا مندر

اورنگ زیب اپنی رعایا کے مذہبی جذبات کے احترام کے سلسلے میں بہت ہی محتاط تھا۔ ہمارے پاس شہنشاہ کا ایک فرمان ہے جسے اس کے عہد حکومت کے نویں سال میں ۲ر صفر کو سدامن برہمن کے حق میں جاری کیا گیا تھا یہ شخص آسام میں گوہاٹی کے امانند مندر کا پجاری تھا۔ آسام کے ہندو راجاؤں نے دیوتا کے بھوگ (چڑھاوے) اور پجاری کے گزر بسر کے لئے زمین کا ایک قطعہ اور جنگل کی کچھ آمدنی مختص کی تھی۔ جب اورنگ زیب نے اس صوبہ پر قبضہ کیا تو فوری طور پر ایک فرمان جاری کیا جس کی رو سے مذکورہ مندر اور اس کے پجاری کے حق میں زمین کے عطیہ اور جنگل کی آمدنی کی توثیق کی گئی۔ "گوہاٹی فرمان" کا متن حسب ذیل ہے۔

اہم معاملات کے موجودہ اور مستقبل کے تمام عمال، چودھری، قانون گو، مقادم اور کل سرکار میں واقع پانڈو پرگنہ میں پٹہ بنگیسار کے کسانوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ سابق راجاؤں کے فرمان کے مطابق سکارا گاؤں کا ایک قطعہ زمین (جس کی پیمائش $\frac{۲۱}{۲}$ بسوا ہے) اور جس کی مال گزاری کی جملہ رقم مبلغ ۳۰ر روپے ہے سدامن اور اس کے لڑکے (امانند مندر کے پجاری) کو عطا کی گئی تھی۔ حال ہی میں مندرجہ بالا دعویٰ کی صحت ثابت ہوگئی ہے کہ مذکورہ بالا نان و نفقہ کی رقم میں سے مبلغ ۲۰ر روپے جو مذکورہ گاؤں کے محصول سے حاصل ہوتے ہیں اور بقایا رقم جو جنگل کی آمدنی سے حاصل ہوتی ہیں باستثناء مال گذاری کی رقم کے جو انتخابی گاؤں سے حاصل ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا عطیہ داروں کو عطا کی گئی تھی۔ لہذا مذکورہ بالا تمام عمال پر لازم ہے کہ مذکورہ نقد رقم اور قطعہ زمین (دونوں محلوں سے علیحدہ کر کے) مذکورہ عطیہ داروں کے قبضے میں ہمیشہ ہمیش تا حیات بخش دی جائے تاکہ وہ اس رقم اور قطعہ زمین کو اپنی گزر بسر اور اپنے دیوتاؤں کے بھوگ کے لئے استعمال کرسکیں اور اپنی عبادت میں منہمک ہوں تاکہ ہماری حکومت ابد الآباد تک قائم رہے۔ وہ (یعنی عمال)

اس جگہ کو کرایہ پر اٹھانے کی اجازت نہ دیں اور نہ ہی مال گزاری یا کسی دوسرے محاصل یا نئی سند کے بارے میں (ان عطیہ داروں سے) کسی قسم کا تعرض کریں اگر کوئی نئی سند پیش کرے تو اسے قابل اعتبار نہ گردانیں۔ تمام عمال اس حکمنامے کے پابند رہیں اور اس سے سرِمو بھی انحراف نہ کریں۔

(یہ فرمان شہنشاہ کی تخت نشینی کے نویں سال میں ۲ر صفر کو لکھا گیا۔)

اُجین کا مہا کالیشور مندر

ہندو رعایا اور ان کے دھرم کے تعلق سے اورنگ زیب میں مثالی رواداری پائی جاتی ہے اس کا ثبوت اجین کے مہاکالیشور مندر کے پجاری پیش کرتے ہیں یہ مندر شیوا کے اہم منادر میں سے ایک ہے جہاں دن اور رات کے ہر لمحے ایک "دیا" جسے "نندادیپ" کہتے ہیں روشن رہتا ہے اور اسے بجھنے نہیں دیا جاتا۔ عہد قدیم سے ہی اس دیے کو روشن رکھنے کے لئے مقامی حکومت کی طرف سے روزانہ چار سیر گھی مہیا کیا جاتا رہا۔ مندر کے پجاریوں کا کہنا ہے کہ مغل دور حکومت میں بھی یہ روایت قائم رہی یہاں تک کہ اورنگ زیب نے بھی اس قدیم روایت کی پاسداری کی بد قسمتی سے اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے ان کے پاس کوئی شاہی فرمان نہیں ہے لیکن ان کے پاس مراد بخش کے جاری کردہ فرمان کی ایک نقل ہے جسے اس نے ۵ر شوال ۱۰۶۱ھ کو اپنے والد کے عہد حکومت میں جاری کیا تھا۔ مہاکالیشور کے سابق پجاری دیونارائن کی عرضداشت پر یہ فرمان شہنشاہ کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔

حکیم محمد مہدی وقیع نویس نے پرانے ریکارڈ کی چھان بین کے بعد عرضی گذار کے دعوے کی تصدیق کی۔ اس بناء پر چبوترہ کوتوالی کے تحصیل دار کو حکم دیا گیا کہ مندر کے مذکورہ دیے کے لئے چار سیر (اکبری) گھی روزانہ مہیا کیا جائے۔

اس فرمان کی ایک نقل ۱۱۵۳ھ میں (یعنی اصل فرمان کے اجراء کے ۹۳ر سال بعد) محمد سعد اللہ نے جاری کی۔

مندر کے موجودہ پجاری اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اصل فرمان کی نقل کا ایک

طویل وقفے کے بعد اجراء کیا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اصل فرمان پر اس تمام مدت میں عمل ہوتا رہا اور اس مدت میں اورنگ زیب کا دور گذرنے کے باوجود اس فرمان کی کوئی وقعت نہ ہوتی تو ایک "مردہ" فرمان کی نقل حاصل کرنے کی کوشش کوئی نہ کرتا۔

مندر کے سابق مہنت لکشمی نارائن نے اور بھی چند شاہی دستاویزات (جو مذکورہ مندر کے محافظ خانے یا سرکاری دفتر میں محفوظ رکھے گئے تھے) پر میری توجہ دلائی۔ لکشمی نارائن کے پاس اورنگ زیب کے عہد حکومت کے کچھ اور کاغذات بھی ہیں۔

شترنجہ اور آبو کے مندر

عام طور سے مورخین اس بات کا ذکر تو کرتے ہیں کہ احمد آباد میں ناگر سیٹھ کا تعمیر کردہ چنتامن مندر مسمار کر دیا گیا تھا لیکن اس حقیقت سے کنی کاٹ جاتے ہیں کہ یہ وہی اورنگ زیب ہے جس نے اسی ناگر سیٹھ کو شترنجے اور آبو کے مندروں کی تعمیر کے لئے زمین عطا کی تھی۔ اس سلسلے میں جو سند عطا کی گئی وہ اس طرح ہے:

"(اور) جس کا اختتام خوش گوار ہوگا جو ہری ستی داس نے اس مقدس اعلیٰ وارفع دربار کے ذمہ دار اشخاص کی معرفت ہمارے حضور ایک عرضداشت پیش کی ہے۔ لہذا عالی جاہ ہند کا ایک فرمان ۱۹؍رمضان المبارک ۱۰۳۱ھ کو جاری کیا جاتا ہے جو حضرت سلیمانؑ کے فرمان جیسا اعلیٰ وارفع ہے۔ اور حضرت محمدؐ (ظل الٰہی) حضرت سلیمانؑ کے عہد کے جانشین تھے۔

اس فرمان کے تحت ضلع پلیتانہ جسے شترنجہ اختیار میں آتا ہے (یہ صوبہ احمد آباد کے زیر نگیں ہے اور اس کے محاصل کی آمدنی ۲؍لاکھ درم ہے) عرض گزار کو دائمی انعام کی صورت میں عطا کیا جاتا ہے۔ عرض گزار متوقع ہے کہ ہمارے دربار سے اس ضمن میں ایک فرمان شاہی جاری کیا جائے۔ لہدا حسب سابق مابعد عرض گذار کو مذکورہ بالا ضلع دائمی انعام کی صورت میں عطا کرتے ہیں۔

اس لئے مذکورہ بالا سرکار کے صوبے کے تمام موجودہ اور مستقبل کے منتظمین پر لازم ہے کہ وہ اس قابل تعظیم حکم نامے کی تعمیل کرتے ہوئے اس امر کی پوری پوری کوشش

کریں کہ مذکورہ بالا ضلع، شخص مذکور اور اس کی اولاد اور ورثہ کے قبضے میں نسل درنسل رہے۔ اس کے علاوہ شخص مذکور کو تمام محاصل اور دیگر بقایا جات سے مستثنیٰ قرار دیا جائے نیز اس سے ہر سال نئی سند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ عمال کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اس فرمان شاہی سے سرمو انحراف نہ کریں۔

(یہ فرمان ۹...۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸ء) کو لکھا گیا، ناگر سیٹھ نے کسی جنگ میں اورنگ زیب کی مدد کی تھی اور اس کی خدمات سے خوش ہو کر اورنگ زیب نے اسے گرنال اور آبو کی کچھ زمین وہاں کے مندروں کے لئے تحفتاً عنایت کر دی تھی۔ فرمان حسب ذیل ہے۔

"اللہ کے نام کے ساتھ جو بے حد رحیم اور مہربان ہے" (طغرہ) ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔"

(مہر) ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی اس وقت یہ فرمان جاری کیا جاتا ہے۔

شراوک فرقے کے شانتی داس ولد ساہس بھائی نے مابدولت سے انعام خاصہ کی التجا کی ہے۔ شخص مذکور نے ہماری فوج کی کوچ کے دوران اجناس کی فراہمی سے مدد کی تھی اور اس خدمت کے عوض وہ مخصوص انعامات سے نوازے جانے کا طلبگار ہے لہذا پلیتانہ کا دیہی علاقہ جو احمد آباد کے دائرہ اختیار میں آتا ہے، اور پلیتانہ کی پہاڑی جو شترنجہ کے نام سے معروف ہے۔ مع اس کے مندر کے مابدولت شراوک فرقے کے مذکورہ ستی داس جوہری کو عطا کرتے ہیں۔ شترنجہ پہاڑی سے جو لکڑی اور ایندھن حاصل ہوں گے۔ وہ بھی شراوک فرقے کی ملکیت شمار ہوں گے تاکہ وہ اسے اپنی کسی بھی ضرورت کے لئے استعمال کر سکیں۔ جو بھی شترنجہ پہاڑی اور اس کے مندر کی محافظت کرے گا وہ پلیتانہ کی آمدنی کا حقدار ہوگا۔ وہ اپنے طور سے عبادت کریں کہ ہماری حکومت قائم و دائم رہے۔ تمام عمال حکومت عہدیدار جاگیردار اور کروڑیوں کا فرض ہے کہ وہ اس حکم نامے میں نہ کوئی تبدیلی کریں اور نہ ہی اس سے سرمو انحراف کریں۔"

گرنار اور آبوجی:

علاوہ ازیں جوناگڑھ میں ایک پہاڑ ہے جو گرنار (یا گرنال) کے نام سے مشہور ہے

اور آبو جی میں بھی ایک پہاڑی ہے جو سروہی کے دائرۂ اختیار میں آتی ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کو بھی ہم شراوک فرقے کے ستی داس جوہری کو بطور خاص مرحمت فرماتے ہیں تاکہ وہ کلی طور پر مطمئن ہو جائے لہذا جملہ عہدیداروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی کو ان (املاک) میں مداخلت نہ کرنے دیں۔ اور کوئی بھی راجا اس (ستی داس) سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے بلکہ اس کی ہر طرح سے امداد کی جائے اس حکم کی تعمیل کرنے والے سے ہر سال نئی سند کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص اس گاؤں اور تین پہاڑوں پر کوئی دعویٰ دائر کرتا ہے جسے ہم نے (ستی داس کو) مرحمت فرمایا ہے تو اس کا یہ فعل نہ صرف یہ کہ قابل مذمت ہو گا بلکہ وہ عوام اور اللہ کی لعنت کا بھی مستحق ہو گا۔ اس کے علاوہ بھی ایک علیحدہ سند اسے عطا کی گئی ہے۔"

(یہ فرمان ۱۰ ر رجب المرجب ۱۰۷۰ھ (۱۲ ر مارچ ۱۶۶۰ء) کو رقم کیا گیا)

وشوناتھ مندر بنارس کے انہدام کا اصل سبب

لیکن کچھ واقعات اس بات کے شاہد بھی ہیں اور شک و شبہ سے بالاتر بھی کہ اورنگ زیب نے بنارس کے وشوناتھ مندر اور گولکنڈہ کی جامع مسجد کے انہدام کا حکم بھی دیا تھا لیکن جن حالات کے تحت مندر اور مسجد کا انہدام کیا گیا اور اس کی جو وجوہ بیان کی گئیں ان کا فائدہ اورنگ زیب کو پہنچ سکتا ہے۔

وشوناتھ مندر کا قصہ یوں ہے کہ بنگال جاتے ہوئے اورنگ زیب جب بنارس کے قریب سے گزرا تو ان ہندو راجاؤں نے جو اس کے حشم و خدم میں سے تھے اورنگ زیب سے وہاں ایک روز قیام کی درخواست کی تاکہ ان کی رانیاں بنارس میں گنگا اشنان، اور وشوناتھ دیوتا کی پوجا کر سکیں۔ اورنگ زیب فوراً راضی ہو گیا اور ان کی حفاظت کے لئے بنارس تک کے ۵ ر میل کے راستے پر فوج کی ٹکڑیوں کو تعینات کر دیا۔ رانیاں پالکیوں میں سوار تھیں۔ گنگا اشنان سے فارغ ہو کر وہ پوجا کے لئے وشوناتھ مندر روانہ ہوئیں۔

پوجا کے بعد سوائے، کچھ کی مہارانی کے تمام رانیاں واپس آ گئیں۔ مہارانی کی تلاش میں مندر کی پوری حدود چھان ڈالی گئی لیکن اس کا پتہ نہ چل سکا۔ اورنگ زیب کو

اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس نے اپنے اعلیٰ عہدیداروں کو رانی کی تلاش میں بھیجا بالآخر وہ گنیش کی مورتی کے پاس پہنچے جو دیوار میں نصب تھی اور جو اپنی جگہ سے ہلائی جا سکتی تھی۔ اس کو حرکت دینے پر انہیں سیڑھیاں نظر آئیں جو کسی تہہ خانے میں جاتی تھیں وہاں انہوں نے ایک دہشت ناک منظر دیکھا رانی کی عزت لوٹی جا چکی تھی۔ اور وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ یہ تہہ خانہ وشوناتھ دیوتا کی نشست کے عین نیچے واقع تھا۔ اس پر تمام راجاؤں نے غضبناک ہو کر سخت احتجاج کیا چونکہ جرم نہایت قبیح تھا اس لئے راجاؤں نے مجرم کو عبرت انگیز سزا دینے کا مطالبہ کیا اور نگ زیب نے حکم دیا کہ چونکہ وہ مقدس جگہ ناپاک ہو چکی ہے اس لئے وشوناتھ کے بت کو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے مزید یہ کہ مندر کو زمین بوس کر دیا جائے اور مہنت کو گرفتار کر کے سزا دی جائے۔

ڈاکٹر پی ایل گپتا کے دستاویزی ثبوت کی بنا پر ڈاکٹر پٹا بھی سیتا رمیہ جو پٹنہ میوزیم کے سابق مہتمم ہیں انہوں نے اس کا ذکر اپنی مشہور تصنیف (پر اور پتھر) میں کرتے ہوئے اس واقعے کی توثیق کی ہے۔

جامع مسجد گولکنڈہ کا انہدام

گولکنڈہ کے مشہور حاکم تاناشاہ نے یہ حرکت کی کہ شاہی محصول وصول تو کیا لیکن شہنشاہ دہلی کو اس [illegible] کی ادائیگی نہیں کی۔ چند ہی برسوں میں یہ رقم کروڑوں تک پہنچ گئی تاناشاہ نے یہ خزانہ زمین کے اندر دفن کر کے اس پر جامع مسجد تعمیر کروا دی جب اورنگ زیب کو اس کی اطلاع ملی تو اس مسجد کے انہدام کا حکم جاری کر دیا اور مدفون خزانہ ضبط کر کے رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کیا۔ مندرجہ بالا دو باتیں یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ جہاں تک عدالتی تحقیقات کا تعلق تھا اورنگ زیب نے کبھی بھی مندر اور مسجد میں کوئی امتیاز نہیں برتا۔

بدقسمتی سے ہندوستان کی موجودہ اور قرونِ وسطیٰ کی تاریخ کے واقعات میں ایسی ایسی غلط بیانیاں کی گئی ہیں اور تاریخی کرداروں کو اس طرح مسخ کیا گیا ہے کہ ان غلط بیانیوں اور کردارکشی کو "خدائی سچ" تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور اگر کوئی حقیقت و افسانہ حق و باطل اور

حق کی مسخ شدہ شکل کو علیحدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر انگشت نمائی کی جاتی ہے متعصب افراد اور جماعتیں اپنا مفاد حاصل کرنے کیلئے تاریخ کو توڑ مروڑ کر غلط بیانی کے ساتھ پیش کر رہی ہیں۔

سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ فریقین کا بنیاد پرست طبقہ نہ صرف یہ کہ ہندوستان کی قرون وسطیٰ کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہا ہے بلکہ وید اور قرآن شریف کے اصول، عقائد اور احکامات کی بھی غلط تشریح کر رہا ہے۔

فرامین کے متون

(۱) بنام ناظم بنارس ابوالحسن

مہر اورنگ زیب

"لایق العنایت والرحمت ابوالحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چوں بمقتضاے مراہم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والانہمت وتمامی نیت حق تویت مابرفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعوام مصروف است واز روے شرح شریف و ملت حنیف مقرر چنیں است کہ دیرہاے دیریں برانداختہ نشود و بت کدہا تازہ بنا نیابد و دریں ایام معدلت انتظام بعرض شرف اقدس ارفع اعلی رسید کہ بعض مردم از راہ عنف و تعدی بہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخے امکنہ دیگر کہ بنواحی آں واقع است و جماعت برہمناں سدنہ آں محال کہ سدانت بت خانہ ہاے قدیم آنجا بآنہاں تعلق دارد و مزاحم و معترض میشوند می خواہند کہ ایناں را از سدانت آں کہ از مدت مدید بایں ہا متعلق است باز دارند وایں معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال ایں گروہ می گردد لہٰذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود ایں منشور لامع النور مقرر کند کہ من بعد آمدے بوجوہ بے حساب تعرض و تشویش باحوال برہمناں و دیگر ہنود متوطنہ آں محال نرساند تا آنہاں بدستور ایام پیشیں بجاو مقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاے بقاے دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند دریں باب تاکید دانند۔

بتاریخ ۱۵ر شہر جمادی الثانیہ ۱۰۶۹ھ نوشتہ شدہ۔

مہر اورنگ زیب

ترجمہ: "عنایت ورحمت کا سزاوار ابوالحسن شاہانہ مہربانیوں کا امیدوار رہے اور یہ سمجھ لے کہ ہمارے ذاتی کرم اور جبلی مکارم حسنہ کا یہ تقاضہ ہے کہ ہماری توجہ اور ہمت تمام رعایا کی بہبودی اور خواص و عوام کے تمام طبقات کی بھلائی میں مصروف ہے اور شریعت غرا اور ملت اسلام کا قانون بھی یہی ہے کہ قدیم مندروں کو ہرگز منہدم اور برباد نہ کیا جائے اور جدید مندر بلا اجازت تعمیر نہ ہوں۔ آج کل ہمارے گوش گذار یہ بات ہوئی ہے کہ بعض لوگ از راہ جبر و تعدی قصبہ بنارس اور اس کے نواحی مقامات کے رہنے والے ہندوؤں اور برہمنوں پر جو قدیم مندروں کے پروہت ہیں تشدد اور زیادتی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پروہتی سے جو ان کا قدیمی حق ہے الگ کر دیں۔ جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ بے چارے پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں اس لئے تم (ابوالحسن) کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص اس علاقے کے برہمنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ اور ان کو کسی تشویش میں مبتلا نہ ہونے دے تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ اور مقام پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہیں۔ اس معاملے میں تاکید کی جاتی ہے۔ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ

(۲)

"متصدیان مہمات حال واستقبال چبوترہ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور بدانند چوں دریں ولا حقیقت کوکا زناردار بہ ظہور پیوست کہ عیال کثیر بہ او وابستہ است و ہیچ وجہ معیشت نہ دارد بنابراں مبلغ سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ مومی الیہ مقرر نمودہ شدہ باید کہ وجہ مذکورہ از ابتدا البستم شہر ذیقعدہ سن ۷ مقرر دانستہ روز بروز از محصول چبوترہ مذکور مشار الیہ می رسانیدہ باشد کہ صرف معیشت خود نمودہ بدعا دوام دولت ابد اتصال اشتغال داشتہ باشد

تحریر فی تاریخ ۲۱ر ذی قعدہ ۷ جلوس

ترجمہ: چبوترہ کوتوالی پرگنہ شاہ جہاں پور کے حال و مستقبل کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ کوکا زناردار (پنڈت) نے یہ درخواست دی ہے کہ اس کے کثیر بال بچے ہیں

اور کوئی ذریعہ روزی نہیں ہے۔ اس لئے مبلغ تین ٹنکہ مرادی اس کے روزینہ کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور یہ حکم بیس ذی قعد ساتویں جلوس سے جاری سمجھا جائے یہ روز آنہ اس کو چبوترے کی آمدنی سے ادا کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی روزی میں صرف کرے اور دوام دولت کے لئے دعاء میں مشغول رہے۔ تحریر فی تاریخ ۲۱ر ذی قعدے ر جلوس

(اس پر نجابت خاں مرید بادشاہ کی مہر ہے)

(۳)

متصدیاں مہمات حال و استقبال چبوترہ کوتوالی دار الفتح اجین بدانند دریں ولا حقیقت کانجی پسر کوکا بہ ظہور پیوست کہ بموجب اسناد سابق موازی سہ ٹنکا مرادی در وجہ روزینہ مقرر بود مشار الیہ بقضاے الٰہی فوت شد لہذا دریں ولا موازی سہ بہلولی عالمگیری از ابتداے بستم شہر رجب ۱۷ر سن جلوس بنام کانجی پسر موی الیہ مقرر گشتہ باید کہ از محصول محال مذکور تنخواہ می داد باشند کہ آں صرف ما تحتاج خود نمودہ.....

تحریر فی تاریخ بست یکم شہر رجب المرجب سن ۱۷ر فقط۔

ترجمہ: چبوترہ کوتوالی دار الفتح اجین کے حال و مستقبل کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ کوکا کے بیٹے کانجی نے درخواست دی ہے کہ پہلی سند کے بموجب کوکا کیلئے تین ٹنکہ کا روزینہ مقرر تھا اب وہ حکم الٰہی سے وفات پا گیا ہے اس لئے اب تین بہلولی عالمگیری ۲۰ر رجب ۱۷ر ویں سال جلوس سے اس کے لڑکے کانجی کے نام سے مقرر ہونا چاہیئے اور محال مذکور کی آمدنی سے یہ تنخواہ اس کو دی جائے تا کہ وہ اپنی ضرورت پر خرچ کرے اور دوام دولت ابد کے لئے دعاء کرے۔

(۲۱ر رجب المرجب سن جلوس ۱۷ر فقط)

(۴)

عاملان حال و استقبال پرگنہ سارنگ پور بدانند کہ چوں دریں ولا بموجب پروانہ امارت پناہ اسلام خاں مرحوم بہ ظہور پیوست کہ کانجی زنار دار ہیچ وجہ معیشت ندارد لہذا مبلغ چہار آنہ یومیہ از محصول چبوترہ کوتوالی محل مستور باو مقرر است باید کہ یومیہ مذکور راروز بہ روز می رسانیدہ باشد کہ صرف اوقات خود نمودہ در دعا گوئی دوام اشتغال

داشتہ باشد دریں باب تاکید دانند

تحریر فی تاریخ ۲۸ر جمادی الثانی ۱۹ر جلوس والا

ترجمہ: پرگنہ سارنگ کے حال و مستقبل کے عاملوں کو معلوم ہو کہ امارت پناہ اسلام خاں مرحوم کے پروانے سے یہ ظاہر ہوا کہ کانجی زنار دار کا کوئی ذریعہ روزی نہیں اس لئے چبوترہ کوتوالی کے محصول سے چار انہ یومیہ اس کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ یومیہ مذکور اس کے پاس روز آنہ پہنچنا چاہیئے تا کہ وہ صرف اوقات کرے اور دولت ابد کے دوام کے لئے دعا میں مشغول رہے۔ تاکیدی حکم جانو۔ تاریخ ۲۸ر جمادی الثانی ۱۹ جلوس والا

(اس پر حبیب اللہ حسنی مرید شاہ عالمگیر کی مہر ہے۔)

(۵)

متصدیاں مہمات حال و استقبال چبوترہ کوتوالی من مضاف صوبہ اجین بدانند کہ چوں دریں ولا بوجہ پیوست کہ کوکا زنار دار بموجب پروانہ نجابت خاں مرحوم سہ ٹنکا مرادی کلاں از چبوترہ کوتوالی یومیہ مذکور مقرر داشت ودیعت حیات سپردہ لہذا یومیہ مذکور بدستور سابق بہ کانجی پسر کوکا مذکور من ابتدا شہر ذی قعد ۱۰۸۷ بحال و مسلم داشتہ شد باید کہ وجہ یومیہ از ابتدا اصدر می رسانیدہ باشد کہ آں را صرف کفاف نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد مدت بندگان حضرت اشتغال می داشتہ باشند۔

تحریر فی تاریخ پنجم ذی قعد ۱۰۸۷ھ

ترجمہ: صوبہ اجین کے چبوترہ کوتوالی کے حال و مستقبل کے متصدیوں کو معلوم ہو کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ نجابت خاں مرحوم کے پروانے کے بموجب کوکا زنار دار کے لئے بدستور سابق کوکا کے بیٹے کانجی کو ذی قعد ۱۰۸۷ھ کی ابتدا سے بحال کیا جاتا ہے اور یہ اس کو ملنا چاہیئے تین ٹنکا دادی کلاں مقرر تھا اب وہ نہیں ہے اس لئے یومیہ مذکورہ تا کہ وہ خرچ کرے اور دولت ابد مدت کے دوام کے لئے دعا کرے۔

(اس پر مختار خاں بندۂ اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ کی مہر ہے۔)

(٦)

چوں حقیقت استحقاق مرار زنار دار کوکا بردار کلاں موی الیہ معلوم شد کہ از

مدت پنجاہ سال مبلغ پنجاہ دام کہ یک ٹنکا ہر سال از حاصل چبوترہ کوتوالی بخدمت بندگان اعلاحضرت یافتہ بنابریں ایں چند کلمہ بنام متصدیان چبوترہ کوتوالی قصبہ مذکور نوشتہ شد کہ موافق دستور قانون قدیم بہ تفصیل ذیل رسانندہ کہ صرف مایحتاج خود نمودہ بدعاگوئی دوام دولت ابد پیوند ہندگان اعلیٰ حضرت می نمایند۔

تحریروفی تاریخ غرہ شہر جمادی الثانی ۸ سن جلوس مبارک

ترجمہ: مرار زنار دار اور اس کے بڑے بھائی کوکا کی درخواست سے حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ پچاس سال کی مدت سے پچاس دام یعنی ایک ٹنکہ سالانہ چبوترہ کوتوالی کی آمدنی سے بندگان اعلیٰ حضرت کی خدمت کے صلے میں پارہے ہیں اس لئے یہ سطریں چبوترہ کوتوالی کے قبضہ مذکور کے متصدیوں کیلئے لکھی جارہی ہیں کہ قانون قدیم کے دستور کے مطابق ذیل کے اشخاص کے پاس وہ رقم پہنچتی رہے کہ وہ بندگان اعلیٰ حضرت کے دولت ابد کے دوام کے لئے دعا کریں۔

تحریرفی تاریخ غرہ شہر جمادی الثانی سن ۸ جلوس مبارک [1]

[1] تاریخ کی سچائیاں ص۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگیرداران وفوجداران و زمینداران پرگنہ ہائے ممالک محروسہ بغایت بادشاہانہ امیدوار بدانند کہ چو.......... کشور وجے چند.......... بہ بارگاہ خلائق پناہ رسیدہ بود بوسیلہ باریافتگان حواشی بساط خلافت وجہاں داری بغرض مقدس ومعلیٰ رسانیدند کہ اکثر طائفہ ہنود در بلدد وقصبات قلمرو خالصہ منازل و ساکن احداث نمودہ بطریق خیرات بانہا نہادہ اند وآں جماعت در مکانہا فربور سکونت گرفتہ بدعاگوئی دوام دولت ابد مشغول می باشند وازیں جہت کہ بعض مردم بہ علت نزول مزاحمت بحال آنہا می رسانند امیدوارند کہ از پیش گاہ معدلت فرمان نزول درمنازل مروم درکل ممالک محروسہ معاف وممنوع است، حکم جہاں مطاع عالم مطیع صادر شد کہ بر تقدیر وقوع مقرر سازند کہ بعد الیوم احدی بدیں سبب معترض ومزاحم حال جماعہ مرقوم نبودتا آنہا بہ جمعیت خاطر دراں اماکن مقیم بودہ بدعا بقائے سلطنت لایزال مواظبت می نمودہ باشد دوبارہ ازیں رہ گزر بدرگاہ آسماں جاہ دادخواہ نیایند دریں باب قدغن ودرعہدہ مشاسد۔ (تحریرفی تاریخ نوردہم ربیع الثانی ۲۷ جلوس والا۔)

ترجمہ: ممالک محروسہ کے ان جاگیرداروں فوجداروں اور زمینداروں کو معلوم ہو کہ جو شاہانہ عنایت کے امیدوار ہیں کہ کشور اور وجے چند نے خلائق پناہ کے دربار میں خلافت اور جہاں داری کی بساط تک پہنچنے والوں کے وسیلے سے آکر اس مقدس اور معلیٰ دربار میں یہ عرض کیا کہ اکثر ہندوؤں نے قلمرو کے شہروں اور قصبوں میں بہت سے گھر اور قیام گاہیں بنا کر ان کو خیرات کے طور

پر دی ہیں اور وہ سب ان مکانات میں سلطنت کے دوام کے لئے دعائیں کرتے ہیں لیکن کچھ لوگ نزول کی علت میں ان کی مزاحمت کرتے ہیں وہ امید رکھتے ہیں کہ اس عدل پسند دربار سے ایسا فرمان جاری ہو جائے گا کہ کوئی ان کی مزاحمت نہ کرے کیونکہ ممالک محروسہ کے لوگوں کے تمام مکانات نزول سے بری ہیں اور ان کی وصولی ممنوع ہے اسی لئے یہ حکم جس کی اطاعت تمام دنیا میں ہوتی ہے، جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ایسی صورت حال ہو تو اب سے اس جماعت مذکور کے سلسلے میں کوئی تعرض اور مزاحمت نہ ہوتا کہ وہ اطمینان سے ان مکانوں میں رہیں اور سلطنت لایزال کی بقا کے لئے دعا کریں اور دوسری بار اس آسماں جاہ دربار میں دادخواہی کے لئے نہ آئیں۔ اس امتناعی حکم کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھیں۔ (تحریر ۱۹ ربیع الثانی ۲۷ جلوس والا)۔
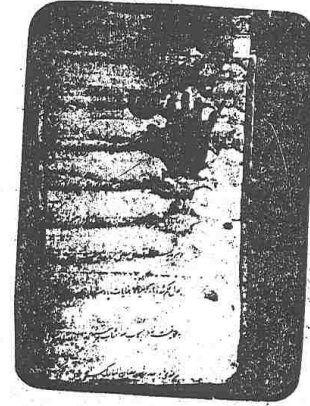
فرمان اورنگ زیب بادشاہ غازی
بنام
پیڈنایک راجہ شوراپور گلبہ

وصیت نامہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی

وصیت اول آنکہ

این عاصی غریق معاصی را تلحیف وتفریش بجوار تربت مطہرہ مقدسہ چشتیہ سلام اللہ علیہ نمایند کہ مغرقان بحار عصیان را بغیر از التجا بآن درگاہ غفران پناہ پناہی نیست مصالح این سعادت عظمیٰ نزد فرزندار جمند بادشاہ زادہ عالیجاہ است

وصیت دوم آنکہ

مبلغ چہاردہ روپیہ دوازدہ آنہ از وجہ کلاہ دوزی نزد عالیہ بیگم محلد ارست از و بگیرند وصرف کفن این بیچارہ نمایند و مبلغ سہ صد روپیہ از وجہ کتابت قرآن مجید درصرف خاص روز وفات بہ فقرا دہند از این راہ کہ زر کتابت قرآن شریف شبہ حرمت دارد بکفن مایحتاج صرف بکنند۔

وصیت سوم آنکہ

باقی مایحتاج از وکیل بادشاہزادہ عالیجاہ بگیرند کہ وارث قریب در اولاد ایشانند حلت وحرمت برذمے ایشانست برین بیچارہ باز پرس نیست کہ مردہ بدست زندہ۔

وصیت چہارم آنکہ

این سرگشتہ وادی گمراہے راسر برہنہ دفن کنند کہ گنہگار رتبہ روزکار را سر برہنہ نزد بادشاہ عظیم الشان بردن محل ترحم خواہد بود۔

وصیت پنجم آنکہ

بر بالای تابوت پارچہ گاڑھا کہ آنرا گزی میگویند پوشش نمایند واز دیگر بدعات اغنیا احتراز کنند۔

وصیت ششم آنکه

والی ملک باخانه زادان بیسر وپا که همراه این عاصی دو راز حیا دروشت وصحرا گشته اند مدارا نماید واگر به تصریح تقصیری از انها واقع شود بعفو کوشد و به احسان پوشد۔

وصیت هفتم آنکه

بهتر از ایرانے برای متصدی بودن دیگری نیست که در جنگ هم از عهد عرش آشیان تا حال احدی ازین فرقه از معرکه روگردان نشده و پای استقامت آنها نه لغزیده ومعهذا گاهی خودسرے و حرام نمکی هم نکرده اند لیکن بسیار عشرت طلبند با آنها ساختن مشکل مگر بهرحال باید ساخت وکجدار ومریز باید کرد۔

وصیت هشتم آنکه

با سادات لازم السعادات بموجب آیه کریمه قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ عمل نموده دراحترام ورعایت فروگذاشت ننمایند ازین راه که محبت این جماعت اجر نبوت است هرگز از ان مقصر نباید بود که ثمره حسیر در دنیا واخرت است لیکن احتیاط باید نمود ومرتبه ظاهرا نها بسیار نباید افزود که شریک غالب وطالب ملکند اگر استرخای عنان شود ندامت آرد وسودی ندارد۔

وصیت نهم آنکه

با شرفای قوم شیوخ رفق ومدارائے بسیار وسلوک واحسان باستتار باید کرد وجز بپاداش جریمه که درگذشتن ازین راهی ندارد دلهای ایشان نباید آزرد که ما این قوم را بسیار آزموده ایم هر فرد ایشان درحمیت ووفا فرد برآمده و درطریق صدق وصفا پائمرد مصداق الانسان عبید الاحسان گویا همین ایشانند وبس عفو درحق این قوم مبنه تر از سزا است وگیرودار با ایشان بهر گونه خطا خطا۔

وصیت دهم آنکه

تا مقدور والی ملک باید که از حرکت خود را معاف ندارد واز نشستن در یک مقام که بحسب ظاهر صورت آرام دارد ودر واقع منجر بهزار مصیبت وآلامست پرهیزد۔

وصیت یازدهم آنکه

بر پسران هرگز اعتماد نکنند واصلا با ایشان مصاحبانه زندگانی ننماید که اگر اعلیٰ حضرت با دارا شکوه این سلوک نمیکردند کار تا اینجا نمی رسید۔

وصیت دوازدهم آنکه

والی ملک را باید که با متوسلان خاصه ومقربان وملازمان قدیم ملاطفت ومرافقت بسیار مرعی دارد ودل ایشانرا بلا ضرورت شدید از سیاست نیازارد که خوشدلے ایشان کارها می کند وناخوشی ایشان دروقتے آزار میدهد تبرکا وتیمنا بنام ائمه اثنا عشر اختتام بر دوازده وصیت نموده شد۔

این صحیفۂ زرین که مشتمل است بر وصایای اورنگ زیب عالمگیر بادشاه نوشتۂ سید احمد حسن الحسینی حسب الارشاد عالیجناب مولوی حافظ احمد علی خان صاحب شوق سردار ڈیوریات وناظم کتب خانه ریاست رامپور میرزا محمد حسین ابن میرزا محمد علی خوشنویس کشمیری در ماه محرم الحرام ۱۳۴۸ھ بتذهیب ونقوش آراسته نمود۔

بحواله رضا لائبریری جنرل ۷۔۶۔۲۰۰۲ء

ترجمہ: وصیت نامہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

پہلی وصیت

یہ ہے کہ: اس گناہگار کی تجہیز جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ (سلسلۂ) چشتیہ کے (بزرگ)، ان پر اللہ کا سلام ہو، کے پاک اور مقدس مزار کے پاس کی جائے اس لئے کہ گناہوں کے سمندر میں ڈوبے ہوؤں کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس درگاہِ غفراں پناہ سے التجا کریں۔ اس عظیم سعادت کا سامان فرزندِ ارجمند بادشاہ زادۂ عالیجاہ کے پاس ہے۔

دوسری وصیت

یہ ہے کہ: چودہ روپے بارہ آنے جو ٹوپیاں سی کر حاصل ہوئے تھے۔ عالیہ بیگم محلدار کے پاس ہیں ان سے لے لیں اور اس بیچارے کے کفن میں خرچ کریں۔ اور تین سو روپے قرآن مجید کی کتابت سے صرف خاص میں ہیں وہ فقیر کی وفات کے دن فقیروں کو دے دیں، چونکہ قرآن شریف کی کتابت کی اجرت میں حرمت کا شبہ ہے اسے کفن کی ضرورت میں خرچ نہ کریں۔

تیسری وصیت

یہ ہے کہ: باقی جو ضرورت ہو وہ بادشاہ زادۂ عالیجاہ کے وکیل سے لے لیں، اس لئے کہ اولاد میں جو وارث ہیں ان میں زیادہ قریب وہی ہیں۔ (اس رقم کے) حرام و حلال ہونے کی ذمہ داری ان کی ہوگی اس بیچارے سے اس کی باز پرس نہیں ہوگی اس لئے کہ "مردہ بدستِ زندہ"۔

چوتھی وصیت

یہ ہے کہ: گمراہی کی وادی میں اس بھٹکنے والے کو ننگے سر دفن کریں۔ اس لئے کہ تبہ روزگار

گناہگار کو عظیم الشان بادشاہ کے سامنے ننگے سر لے جاتے ہیں، اس سے امید ہوتی ہے کہ اس پر ترس آجائے۔

پانچویں وصیت

یہ ہے کہ: تابوت کے اوپر گاڑھے کا ٹکڑا جسے گزی کہتے ہیں ڈھک دیں اور رئیسوں کی دوسری بدعتوں سے پرہیز کریں۔

چھٹی وصیت

یہ ہے کہ: والی ملک ان بے سہارا خانہ زادوں کے ساتھ جو اس بے حیا گناہگار کی رفاقت میں دشت و صحرا کی خاک چھانتے رہے ہیں اچھا سلوک کرے اور اگر ان سے بظاہر کوئی قصور ہو جائے تو معاف کرنے کی کوشش کرے اور اسے اپنے احسان سے ڈھک لے۔

ساتویں وصیت

یہ ہے کہ: متصدی بننے کے لئے ایرانیوں سے بہتر دوسرا کوئی نہیں اس لئے کہ عرش آشیاں (شاہجہاں) کے وقت سے اب تک اس فرقے نے میدان جنگ سے منہ نہیں موڑا ہے اور ان کے پائے استقامت کبھی نہیں ڈگمگائے ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے کبھی سرکشی اور نمک حرامی بھی نہیں کی ہے۔ مگر یہ لوگ بہت عیش پسند ہوتے ہیں ان سے نبھانا مشکل ہے پھر بھی ہر حال میں نبھانا چاہئے اور "بجد ارو مریز" کا طریقہ کام میں لانا چاہئے۔

آٹھویں وصیت

یہ ہے کہ: سادات باسعادات کے ساتھ اس آیت کریمہ کے بموجب قُلْ لا أسئلكم عليه اَجراً اِلَّا المُوَدَّةَ فِي القُربىٰ عمل کرتے ہوئے ان کے احترام اور رعایت میں کمی نہ کریں اس لئے کہ اس جماعت کی محبت اجر رسالت ہے اس میں ہرگز کوتاہی نہ ہو کہ اس کا نتیجہ دین و دنیا میں خسارہ ہے۔ لیکن احتیاط کریں اور ان کے ظاہری منصب کو زیادہ نہ بڑھائیں کیونکہ یہ شریک غالب اور ملک کے طالب ہیں اگر انہیں ڈھیل دی گئی تو ندامت ہوگی اور کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

نویں وصیت

یہ ہے کہ: قوم شیوخ کے شرفاء کے ساتھ بہت نرمی، خاطر داری، اور پوشیدہ طور سے سلوک واحسان کرنا چاہئے، سوائے ان جرائم کی سزا کے جن سے درگزر کرنے کی گنجائش نہ ہو، ان کے دلوں کو نہ دکھایا جائے اس لئے کہ ہم نے اس قوم کو بہت آزمایا ہے اور ان میں سے ہر شخص کو وفاداری اور حمیت میں فرد پایا ہے، وہ صدق وصفا کے راستے میں ثابت قدم رہے ہیں اور گویا الانسان عبید الاحسان کا مصداق یہی لوگ ہیں اور بس۔ معاف کرنا اس قوم کے حق میں سزا سے بہتر ہے، اور ان کی پکڑ دھکڑ کرنا بہر حال غلط ہے۔

دسویں وصیت

یہ ہے کہ: جہاں تک ممکن ہو والی ملک کو یہ لازم ہے کہ وہ خود کو حرکت (چلنے پھرنے) سے معاف نہ رکھے۔ کسی ایک مقام پر جم کر بیٹھنے سے پرہیز کریں اس میں بظاہر تو آرام کی صورت ہے مگر واقع میں یہ ہزار مصیبت اور رنج کا سبب ہوتا ہے۔

گیارھویں وصیت

یہ ہے کہ: بیٹوں پر ہرگز بھروسہ نہ کریں اور ان کے ساتھ مصاحبانہ زندگی ہرگز نہ گزاریں اس لئے کہ اگر اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) داراشکوہ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔

بارھویں وصیت

یہ ہے کہ: والی ملک کو چاہئے کہ جو خاص متوسل، مقرب اور پرانے ملازم ہیں ان کے ساتھ بہت زیادہ نرمی اور دل جوئی کا برتاؤ کرے اور کسی شدید ضرورت کے بغیر سزا دے کر ان کے دل کو نہ دکھائے اس لئے کہ ان کی خوش دلی سے بہت سے کام نکلتے ہیں اور ان کا ناخوش ہونا کسی وقت آزار پہنچا سکتا ہے۔

بطور تبرک بارہ اماموں کے نام پر یہ بارہ وصیتیں کی گئیں۔